ماہنامہ السنۃ ، جہلم شمارہ نمبر 37
ذی الحج 1432ھ ، الموافق نومبر 2011ء

اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔گمراہ جہمیہ اور معطلہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے جبکہ قرآن و حدیث ، اجماعِ امت اور فطرت سے ان کے باطل عقیدے کا ردّ ہوتا ہے۔اہل سنت میں سے ایک بھی انسان نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸۔۵۹۷ھ) اس سلسلے میں فرماتے ہیں :

والملتزقة جعلوا الباری سبحانه فی کلّ مکان . ''فرقہ ملتزقہ نے اللہ سبحانہ کے ہر جگہ ہونے کا عقیدہ بنایا ہے۔''(تلبیس إبلیس لابن الجوزی : ۲۷، وفی نسخة : ۱/۱۸۰)

مفسر قرطبی رحمہ اللہ (۶۰۰۔۶۷۱ھ) فرماتے ہیں : **[وهو معهم] أی بالعلم والرؤیة والسمع ، هذا قول أهل السنّة ، وقالت الجهمیّة والقدریّة والمعتزلة : هو بکلّ مکان .** ''فرمانِ باری تعالیٰ : (اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے) کا مطلب ہے کہ وہ علم ، رؤیت اور سمع کے اعتبار سے ان کے ساتھ ہے۔اہل سنت والجماعت کا یہی موقف ہے جبکہ جہمیہ ، قدریہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ میں ہے۔''

(تفسیر القرطبی : ۵/۳۷۹)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱۔۷۷۴ھ) فرماتے ہیں : **الجهم بن صفوان الذی تنسب إلیه الطائفة الجهمیّة الذین یقولون : إنّ اللّٰه فی کلّ مکان بذاته ، تعالی اللّٰه عمّا یقولون علوّا کبیرا .** ''جہم بن صفوان وہ شخص ہے جس کی طرف جہمیہ فرقہ منسوب ہے۔ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ

ہے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند ہے۔''(البداية والنهاية لابن كثير : ١٩/١٠)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ﴾ (الأنعام : ٣) (وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین میں تمہاری پوشیدہ وظاہر باتوں اور اعمال کو جانتا ہے)۔

اس فرمانِ باری تعالیٰ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

اختلف مفسّروا هذه الآية على أقوال ، بعد الاتّفاق على تخطئة قول الجهميّة الأول القائلين بأنه ، تعالى عن قولهم علوّا كبيرا ، فى كلّ مكان ، وهذا اختيار ابن جرير . ''اس آیت میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ جہمیہ کی یہ بات غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی اس طرح کی باتوں سے پاک ومنزہ ہے۔امام طبری رحمہ اللہ نے اسی کو پسند کیا ہے۔''

(تفسير القرآن العظيم لابن كثير : ٧/٣)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١۔٧٢٨ھ) فرماتے ہیں :

وكلّ من قال : إنّ اللّٰه بذاته فى كلّ مكان فهو مخالف للكتاب والسنّة وإجماع هذه الأمّة وأئمّتها ، مع مخالفته لما فطر اللّٰه عليه عباده ، ولصريح المعقول ، وللأدلّة الكثيرة ، وهؤلاء يقولون أقوالا متناقضة .

''جو شخص بھی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے ، وہ قرآن و سنت اور امتِ مسلمہ کے علماء اور ائمہ دین کے اجماع کا مخالف ہے۔ساتھ ساتھ وہ اس فطرت کی بھی مخالفت کرتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے۔ایسا شخص صریح عقلی دلائل اور دیگر بہت سی دلیلوں کی بھی مخالفت کرتا ہے۔ایسے لوگ متناقض باتیں کرتے ہیں۔''(مجموع الفتاوى لابن تيمية : ٢٣٠/٥)

نیز فرماتے ہیں : **الحلول العام ، وهو القول الذى ذكره أئمّة أهل**

السنّة والحديث عن طائفة من الجهميّة المتقدّمين ، وهو قول غالب متعبّدة الجهميّة الذين يقولون : إنّ اللّٰه بذاته فی کلّ مکان .

''عام حلول (اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے کا عقیدہ) وہ نظریہ ہے جسے ائمہ اہل سنت والحدیث نے متقدمین جہمیہ کے ایک گروہ سے نقل کیا ہے۔یہی عقیدہ ان جہمی صوفیوں کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے۔''(مجموع الفتاوی : ۱۷۲/۲)

شیخ الاسلام امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (۱۶۱۔۲۳۸ھ) فرماتے ہیں :

جمعنی وهذا المبتدع ، یعنی ابراهیم بن أبی صالح ، مجلس الأمیر عبداللّٰه بن طاهر ، فسألنی الأمیر عن أخبار النّزول ، فسردتّها ، فقال ابراهیم : کفرت بربّ ینزل من سماء الی سماء ، فقلت آمنت بربّ یفعل ما یشاء .

''میں اور یہ بدعتی یعنی ابراہیم بن ابی صالح ،امیر عبداللہ بن طاہر کی مجلس میں جمع ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے نزولِ باری تعالیٰ کی احادیث پوچھیں ، میں نے بیان کر دیں۔ ابراہیم کہنے لگا : میں ایسے رب کونہیں مانتا جو (ساتویں) آسمان سے (پہلے) آسمان کی طرف نزول کرتا ہے۔ میں نے کہا: میں اس رب پر ایمان لاتا ہوں جو وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

(الاسماء والصفات للبیهقی : ۱۹۷/۲، وفی نسخة : ۳۷۵/۲۔۳۷۶، ح : ۹۵۱، وسندهٗ صحیح)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث (صحیح مسلم : ۷۵۸) کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر رات ساتویں آسمان سے پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے تو پھر ہر رات ساتویں آسمان سے پہلے آسمان کی طرف نزول کا کیا مطلب ہوا؟ شیخ الاسلام امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ جو نزولِ باری تعالیٰ کا اثبات کر رہے ہیں، ان کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ نہیں ہے۔

ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ (م ۲۹۷ھ) فرماتے ہیں :

المستوی علی عرشه بعظمة جلاله ، دون کلّ مکان .

''اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وجلالت کے ساتھ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ وہ ہر جگہ نہیں۔''
(كتاب العرش للذهبی : ۳۴۸/۲)

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (۲۰۶۔۲۸۷ھ) اپنی کتاب السنّة (۲۱۵/۱، باب : ۱۰٤) میں یوں تبویب کرتے ہیں: **ما ذكر أنّ اللّٰه تعالیٰ فی سمائه دون أرضه .**

''ان دلائل کا بیان کہ اللہ تعالیٰ اپنے آسمانوں کے اوپر ہے، اپنی زمین میں نہیں ہے۔''

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳۔۳۱۱ھ) فرماتے ہیں: **من لم يقرّ بأنّ اللّٰه تعالى على عرشه ، قد استوى فوق سبع سماواته ، فهو كافر بربّه ...**

''جو شخص اس بات کا اقرار نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر اپنے ساتوں آسمانوں کے اوپر مستوی ہے، وہ اپنے ربّ سے کفر کرنے والا ہے۔''

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص : ۸٤، وسندهٗ صحيحٌ)

سنی مفسر امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۲۲۴۔۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

وحسب امرئ أن يعلم أنّ ربّه هو الذى على العرش استوى ، فمن تجاوز إلى غير ذلك فقد خاب وخسر . ''ایک شخص کو (اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حوالے سے) یہی کافی ہے کہ اسے یہ علم ہو کہ اس کا ربّ وہ ہے جو عرش پر مستوی ہے۔ جو شخص اس سے تجاوز کرے گا وہ یقیناً تباہ و برباد ہو گیا۔''(صريح السنة للطبری : ۲۷)

امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ (م ۳۲۴ھ) فرماتے ہیں: **وأنّ اللّٰه سبحانه على عرشه ، كما قال : ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ .** ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے عرش پر ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (رحمٰن عرش پر مستوی ہوا)۔''(مقالات الاسلاميين للاشعری، ص : ۲۹۰)

امام ابو الشیخ ابن حیان اصبہانی رحمہ اللہ (م ۳۲۹ھ) نے اپنی کتاب العظمة (۵٤۳/۲) میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: **ذكر عرش الربّ تبارک وتعالى وكرسيّه**

وعظم خلقهما ، وعلوّ الربّ فوق عرشه . ''اللہ تعالیٰ کے عرش، اس کی کرسی اور ان دونوں چیزوں کی عظمت کا بیان، نیز یہ بیان کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر بلند ہے۔''

امام طبرانی رحمہ اللہ (۲۶۰۔۳۶۰ھ) نے اپنی کتاب السنّة میں ان الفاظ کے ساتھ باب قائم کیا ہے: باب ما جاء في استواء اللّٰه تعالى على عرشه ، وأنّه بائن من خلقه . ''اللہ تعالیٰ کے اپنے عرش پر مستوی ہونے کا بیان اور اس چیز کی وضاحت کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جُدا ہے۔'' (كتاب العرش للذهبي : ٤٠٤/٢)

امام ابوزکریا یحییٰ بن عمار سجستانی رحمہ اللہ (م۴۴۲ھ) اپنے رسالے میں فرماتے ہیں:

لا نقول كما قال الجهميّة : إنّه داخل للأمكنة ، وممازج لكلّ شيء ، ولا نعلم أين هو ، بل هو بذاته على العرش ، وعلمه محيط بكلّ شيء ، وعلمه وسمعه وبصره وقدرته مدركة لكلّ شيء ، وهو معنى قوله : ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ، وهو بذاته على عرشه كما قال سبحانه ، وكما قال رسوله . ''ہم جہمیوں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ تمام جگہوں میں دخول کیے ہوئے ہے اور ہر چیز کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ بلکہ (ہمارا عقیدہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس کا علم، اس کی سمع، اس کی بصر اور اس کی قدرت ہر چیز کو پاتی ہے۔ اس فرمانِ باری تعالیٰ کا یہی معنیٰ ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (اور جہاں بھی تم ہوتے ہو، وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے)۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر ہے جیسا کہ خود اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔''

(كتاب العرش للذهبي : ٤٤٦/٢، مجموع الفتاوى لابن تيمية : ١٩١/٥)

علامہ معمر بن احمد بن زیاد اصبہانی رحمہ اللہ (م۴۱۸ھ) فرماتے ہیں:

وأنّ اللّٰه عزّ وجلّ على عرشه بلا كيف ولا تشبّة ولا تأويل ، فالاستواء معقول ، والكيف فيه مجهول ، والإيمان به واجب ، والإنكار له كفر ..... وأنّه جلّ جلاله بائن من خلقه والخلق بائنون منه ، فلا حلول ولا ممازجة ولا اختلاط ولا ملاصقة ، لأنّه الفرد البائن من خلقه ، والواحد الغنی عن الخلق ، علمه بكلّ مكان ، ولا يخلو من علمه مكان.

''اللہ عزوجل اپنے عرش پر ہے۔ اس بارے میں ہم کوئی کیفیت بیان نہیں کرتے نہ کوئی تشبیہ دیتے ہیں اور نہ کوئی تاویل کرتے ہیں۔ عرش پر مستوی ہونا عقل میں آنے والی بات ہے، اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے ....۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلوق سے جُدا ہے اور مخلوق اس سے جُدا ہے۔ خالق اور مخلوق کا آپس میں کوئی حلول، ملاپ ، اختلاط نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا اور اپنی مخلوق سے جدا ہے، نیز وہ اکیلا اور اپنی مخلوق سے بے پروا ہے۔ اس کا علم ہر جگہ ہے ، اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں۔''(الحجة فی بيان المحجة وشرح عقيدة اهل السنّة لابی القاسم الاصبهانی : ۲۴۸/۱، ۲۴۹، وسندهٗ صحيحٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

میت کو تلقین!

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱ـ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں :

ولم يكن ، يعنی النبیّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، يجلس عند القبر ، ولا يلقّن الميّت ، كما يفعله الناس اليوم . ''نبی اکرم ﷺ نہ قبر پر بیٹھتے نہ میت کو تلقین کرتے جیسا کہ آج کے دور میں لوگوں میں رواج ہے۔''

(زاد المعاد لابن قيم الجوزية : ۵۲۲/۱)

ماہنامہ **السنة** کے مستقل قارئین جانتے ہیں کہ اس ماہنامہ میں باطل عقائد کے خلاف قرآن وسنت کے دلائل سے مزین ومبرہن ایک قسط وار سلسلہ ''معرکہ حق و باطل'' کے نام سے جاری ہے۔ اس کی ایک اور قسط پیشِ خدمت ہے۔

عقیدہ نمبر ⑪ : یأیّھا النبیّ إنّا أرسلناک شاھدا ومبشّرا ونذیرا وحرزا للأمّیّین ..... یعفو ویغفر . ''اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لیے پناہ بنا کر بھیجا ہے۔۔۔معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔''(آیت از تورات ۔ الأمن والعُلٰی از احمد رضا، ص : ۷۲)

یہود کی تحریف وتبدیل شدہ کتاب تورات سے مذکورہ بالا آیت پیش کر کے جناب احمد رضا خان بریلوی نے یہ سرخی جمائی ہے :

''حضور اپنی امت کے حافظ ونگہبان ہیں۔''

عقیدہ نمبر ⑫ : جناب احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں :

''ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں ، شرمائی چتونوں سے سجائی انکھڑیاں اوپر اٹھایئے اور بحمداللہ وہ سنیے کہ ایمان نصیب ہو تو سنی ہو جایئے۔ جناب شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں : توریت کے سفر چہارم میں ہے کہ ۔۔۔: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے فرمایا : بے شک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں ، عاجزی اور گڑگڑانے میں۔''

(الأمن والعلٰی از احمد رضا، ص : ۷۲، ۷۳)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ مشرکانہ عقائد پر احمد رضا خان صاحب کو دلیل کہاں سے ملی؟ یہودیوں کی اس کتاب سے جس پر انہوں نے خوب ہاتھ صاف کیے ہوئے ہیں۔ پھر اس سے بریلوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے:

''سب کے ہاتھ حضور کی طرف پھیلے ہیں۔''

بریلویت کتنا بے دلیل اور کتنا عجیب مذہب ہے!!!

عقیدہ نمبر ⑬ : جناب احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''آیت ۴۳ از زبور مقدس، نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول ہے ۔۔۔۔: اے احمد! رحمت نے جوش مارا، تیرے لبوں پر میں اس لیے تجھے برکت دیتا ہوں، تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے۔ سب امتیں تیرے قدموں پر گریں گی۔۔۔۔۔'' (الأمن والعلٰی از احمد رضا، ص: ۷۳)

جب عقائد من گھڑت ہوں تو ان کے لیے دلائل قرآن و حدیث سے نہیں، بلکہ یہود و نصاریٰ کی تحریف شدہ کتابوں سے ہی ملیں گے۔ زبور کی مندرجہ بالا آیت سے احمد رضا صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ:

''حضور ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔''

کس قدر مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے! یہ تو اہل کتاب جیسی کارروائی ہے۔ وہ بھی اپنے نبیوں کے بارے میں اسی طرح کے عقائد رکھتے تھے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهؤلاء فيهم شبه ظاهر من النصارىٰ غلوّا فى المسيح أعظم الغلوّ ، وخالفوا شرعه ودينه أعظم المخالفة ، والمقصود أنّ هؤلاء يصدّقون بالأحاديث المكذوبة ويحرّفون الأحاديث الصحيحة .

''ان لوگوں میں ان نصاریٰ سے واضح مشابہت موجود ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے

بارے میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا اور ان کے دین وشریعت کی سب سے بڑھ کر مخالفت کی۔مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی احادیث پر ایمان رکھتے ہیں اور صحیح احادیث میں تحریف سے کام لیتے ہیں۔''(التبیان فی أیمان القرآن لابن القیم، ص : ۷۸)

ان اہل بدعت میں اور اہل کتاب میں کتنی مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہ بھی اپنے عقائد باطلہ وضالہ پر قرآن وحدیث اور اجماعِ امت پیش کرنے سے عاجز وقاصر رہے ہیں اور رہیں گے۔صحابہ کرام ، تابعین عظام اور ائمہ دین سے کچھ ثابت نہیں کر سکے ، البتہ یہود کی محرف کتاب سے ثبوت پیش کرتے ہیں۔اندازہ کریں کہ ان عقائد میں کتنی سچائی ہوگی؟

عقیدہ نمبر ⑭ : سہل بن عبداللہ تستری سے نقل کیا گیا ہے:

من لم یر ولایة الرسول فی جمیع أحوال ، ولم یر نفسه فی ملکه ، لا یذوق حلاوة سنّته . ''جو ہر حال میں نبی ﷺ کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی مِلک نہ جانے ، وہ سنت نبی ﷺ کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔''

(الأمن والعلٰی از احمد رضا، ص : ۷٤)

یہ بے سند قول ہے۔ بے سر و پا اقوال وہی پیش کرتے ہیں جن کی اپنی کوئی سند نہیں ہوتی۔مندرجہ بالا بے سند قول سے بریلوی صاحب نے عقیدہ یہ ثابت کیا ہے :

''جو حضور کو اپنا مالک نہ جانے ،سنت کی حلاوت نہ پائے۔''

جب اطاعتِ رسول کی بات آتی ہے تو امتیوں کی تقلید کا پٹہ گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کو مقامِ الوہیت پر لا کھڑا کیا ہے۔ان کا بس چلے تو یہ پہلے انبیائے کرام کے بارے میں بھی یہی عقیدہ بیان کر دیں لیکن ان کو پھر خیال آتا ہے کہ یہودی اور عیسائی کہیں گے کہ ہمارے اور تمہارے عقائد میں کیا فرق ہے؟؟؟

❀❀❀❀❀❀❀

قیامت کب آئے گی؟ یہ غیب کی بات ہے اور غیب کی بات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ☆ بَلِ ادَّارَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ﴾ (النمل: ٦٥، ٦٦)

''کہہ دیجیے: آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب (کی بات) نہیں جانتا، اور (جن کو کفار پکارتے ہیں) وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ (قبروں سے) کب اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو چکا، بلکہ وہ آخرت کے متعلق شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری (م۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يقول تعالى ذكره لنبيّه محمّد صلّى اللّٰه عليه وسلّم : قل يا محمّد لسائليك من المشركين عن الساعة متى هى قائمة : لا يعلم من فى السماوات والأرض الغيب الذى قد استأثر اللّٰه بعلمه ، وحجب عنه خلقه ، غيره ، والساعة من ذلك . ''اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے فرما رہا ہے: اے محمد (ﷺ)! ان مشرکین سے جو آپ سے سوال کرتے ہیں کہ قیامت کب قائم ہو گی؟ کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ غیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے لیے مخصوص کر لیا ہے اور اپنی مخلوق سے اسے چھپا لیا ہے۔ قیامت بھی اسی غیب میں سے ہے۔''(تفسیر الطبری: ٨/٢٠)

قیامت کب واقع ہو گی ؟ اس کا یقینی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی و اجماعی عقیدہ ہے۔ اس عقیدے پر حدیثی دلائل ملاحظہ فرمائیں :

دلیل نمبر ① : سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

كان رسول الله صلّى الله فى قبّة حمراء ، إذا جاء ه رجل على فرس عقوق يتبعها مهره ، فقال : من أنت ؟ قال : ((أنا رسول اللّٰه)) قال : متى الساعة ؟ قال : ((غيب ، ولا يعلم الغيب إلّا اللّٰه))

''نبی اکرم ﷺ ایک سرخ رنگ کے شامیانے میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا جو حاملہ اونٹنی پر سوار تھا، اونٹنی کا بچہ اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس شخص نے (آتے ہی) کہا : آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا : میں اللہ کا رسول ہوں۔ کہا : قیامت کب آئے گی ؟ فرمایا : یہ غیب کی بات ہے اور غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم : ۱۰۸/۱، المعجم الكبير للطبرانی : ۱۸/۷، والسياق لهٗ، مسند الرؤيانی : ۱۱۴۸، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **رجاله رجال الصحيح.** ''اس کے تمام راوی صحیح والے راوی ہیں۔'' (مجمع الزوائد للهيثمی : ۲۲۷/۸)

دلیل نمبر ② : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : **((مفاتيح الغيب خمس ، لا يعلمها إلّا اللّٰه ، لا يعلم ما فى غد إلّا اللّٰه ، ولا يعلم ما تغيض الأرحام إلّا اللّٰه ، ولا يعلم متى يأتى المطر إلّا اللّٰه ، ولا تدرى نفس بأىّ أرض تموت ، ولا يعلم متى تقوم الساعة إلّا اللّٰه))**

''پانچ چیزیں غیب کی کنجیاں ہیں ، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ (عورتوں کے) رحم کیا چیز کم کرتے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔ کوئی جان نہیں جانتی کہ وہ کس زمین میں فوت ہوگی۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔''

(صحيح البخاري : ٦٨١/١، ح : ٤٦٩٧)

دلیل نمبر ③ : سیدنا جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں جواب دیا:

ما المسؤول عنها بأعلم من السائل ، ولكن سأحدّثك عن أشراطها ...

''جس سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا ہے، وہ اس بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ البتہ میں اس کی کچھ علامات تمہیں بتاؤں گا۔''

(صحيح البخاري : ٤٧٧٧، صحيح مسلم : ٩)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱۔۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أي تساوى فى العجز عن درك ذلك علم المسؤول والسائل .

''یعنی قیامت کو نہ جاننے کے حوالے سے سوال کرنے والے اور جس سے سوال کیا گیا ہے، دونوں کا علم برابر ہے۔'' (تفسير ابن كثير : ٦٨٠/٤، النمل : ٦٥، ٦٦)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أي إنّ كلّ مسؤول و كلّ سائل فهو كذلك . ''یعنی ہر اس شخص کا یہی حال ہے جس سے اس بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور ہر سوال کرنے والے کا بھی یہی حال ہے (کہ کسی کو بھی اس بارے میں علم نہیں)۔'' (فتح الباري لابن حجر : ١٢١/١)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۳٦۔۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

فمعناه : إنّ الناس كلّهم فی وقت الساعة سواء ، وکلّهم غير عالمين به علی الحقيقة . ''اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے کے وقت کے بارے میں سب لوگ برابر لاعلم ہیں۔درحقیقت سب اس بارے میں نہیں جانتے۔''

(فتح الباری فی شرح صحيح البخاری لابن رجب : ١/١٩٦)

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (٦٩١۔٧٥١ھ) فرماتے ہیں :

وقد جاهر بالكذب بعض من يدّعی فی زماننا العلم وهو يتشبّع بما لم يعط أنّ رسول الله صلّی الله عليه وسلّم كان يعلم متی تقوم الساعة ، قيل له : فقد قال فی حديث جبريل : ((ما المسؤول عنها بأعلم من السائل)) ، فحرّفه عن موضعه وقال : معناه أنا وأنت نعلمها ، وهذا من أعظم الجهل وأقبح التحريف ، والنبیّ صلّی الله عليه وسلّم أعلم بالله من أن يقول لمن كان يظنّه أعرابيّا أنا وأنت نعلم الساعة ، إلّا أن يقول هذا الجاهل : إنّه كان يعرف أنّه جبريل ، ورسول الله صلّی الله عليه وسلّم هو الصادق فی قوله : ((والّذی نفسی بيده ! ما جاء نی فی صورة إلّا عرفته غير هذه الصورة)) ، وفی اللفظ الآخر : ((ما شبه علی غير هذه المرّة)) ، وفی اللفظ الآخر : ((رُدُّوا علیّ الأعرابیَّ)) ، فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا شيئا ، وإنّما علم النبیّ صلّی الله عليه وسلّم أنّه جبريل بعد مدّة ، كما قال عمر : فلبثت مليّا ، ثمّ قال النبیّ صلّی الله عليه وسلّم : ((يا عمر ! أتدری من السائل ؟)) ، والمحرّف يقول : علم وقت السؤال أنّه جبريل ، ولم يخبر الصحابة بذلک إلّا بعد مدّة ، ثمّ قوله فی الحديث : ((ما المسؤول عنها بأعلم من السائل)) يعمّ كل سائل ومسؤول ، فكلّ سائل ومسؤول عن هذه الساعة شأنهما كذلک ، ولكن هؤلاء الغلاة عندهم أنّ علم رسول الله صلّی الله عليه وسلّم منطبق علی علم الله سواء بسواء ، فكلّ ما يعلمه الله يعلمه رسول الله صلّی الله عليه وسلّم ، والله تعالی

يقول : ﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ﴾ ، وهذا فى براء ة وهو فى أواخر براء ة ، وهى من أواخر ما نزل من القرآن هذا ، والمنافقون جيرانه فى المدينة ، ومن هذا حديث عقد عائشة رضى اللّٰه عنها لمّا أرسل فى طلبه فأثاروا الجمل فوجدوه ، ومن هذا حديث تلقيح النخل ، وقال : ((ما أرى لو تركتموه يضرّه شىء)) ، فتركوه فجار شيصا ، فقال : ((أنتم أعلم بدنياكم)) ، وقد قال اللّٰه تعالى : ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِى خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾، وقال : ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ﴾ ، ولما جرى لأمّ المؤمنين عائشة ما جرى ، ورماها أهل الإفك بما رموها به ، لم يكن صلّى اللّٰه عليه وسلّم يعلم حقيقة الأمر حتّى جاء ه الوحى من اللّٰه ببرائتها ، وعند هؤلاء الغلاة أنّه عليه الصلاة والسلام كان يعلم الحال على حقيقته بلا ريبة ، واستشار الناس فى فراقها ودعا الجارية فسألها وهو يعلم الحال ، وقال لها : ((إن كنت ألممت بذنب فاستغفرى اللّٰه)) وهو يعلم علما يقينا أنّها لم تلمّ بذنب ، ولا ريب أنّ الحامل لهؤلاء على هذا اللغو إنّما هو اعتقادهم أنّه يكفّر عنهم سيئاتهم ويدخلهم الجنّة ، وكلّما غلوا وزادوا غلوّا فيه كانوا أقرب إليه وأخصّ به ، فهم أعصى الناس لأمره وأشدّهم مخالفة لسنّته ، وهؤلاء فيهم شبه ظاهر من النصارى الذين غلوا فى المسيح أعظم الغلوّ وخالفوا شرعه ودينه أعظم المخالفة ، والمقصود أن هؤلاء يصدّقون بالأحاديث المكذوبة الصريحة ، ويحرّفون الأحاديث الصحيحة عن مواضعها لترويج معتقداتهم .

''ہمارے زمانے کے بعض نام نہاد علماء کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ ان سے کہا گیا کہ حدیثِ جبریل میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا تھا کہ جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، وہ اس بارے میں سوال

کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔(صحیح مسلم : ۹۳) انہوں نے اس حدیث میں (معنوی) تحریف کرتے ہوئے کہا کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں اور تم دونوں اس کو جانتے ہیں۔ یہ سب سے بڑی جہالت اور سب سے قبیح تحریف ہے۔ نبی اکرم ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، ایک ایسے شخص کو جسے ایک بدوی سمجھ رہے تھے، کیسے کہہ سکتے تھے کہ میں اور تم دونوں قیامت کو جانتے ہیں؟ ہاں ہوسکتا ہے کہ یہ جاہل لوگ کہہ دیں کہ آپ ﷺ جبریل کو پہچان رہے تھے۔لیکن رسول اللہ ﷺ اپنے اس فرمان میں سچے تھے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جبریل کسی بھی صورت میں آئے تو میں نے پہچان لیے، مگر میں اس صورت میں انہیں نہیں پہچان سکا۔(مسند الإمام أحمد : ۵۳/۱، صحیح)ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں : جبریل علیہ السلام کسی بھی شکل میں مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے سوائے اس مرتبہ کے۔(صحیح ابن خزیمة : ۱، صحیح ابن حبان : ۱۷۳، وسندہٗ صحیحٌ) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے (جبریل علیہ السلام کے جانے کے بعد) فرمایا : اس بدوی کو میرے پاس واپس لاؤ۔ صحابہ کرام گئے اور تلاش کیا لیکن وہ مل نہ سکے۔ (صحیح البخاری : ۵۰، ۴۷۷۷، صحیح مسلم : ۹۷)یقیناً نبی اکرم ﷺ کو جبریل علیہ السلام کے بارے میں ایک عرصہ بعد معلوم ہوا تھا جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : میں ایک عرصہ انتظار کرتا رہا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : اے عمر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ سوال کرنے والا کون تھا؟(صحیح مسلم : ۹۳)جبکہ حدیث میں تحریف معنوی کرنے والوں کا کہنا ہے کہ سوال کرتے وقت ہی رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہ جبریل ہیں لیکن آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایک عرصہ بعد ہی یہ بات بتائی تھی۔ پھر اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے، وہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔(صحیح مسلم : ۹۳) یہ بات عام ہے، ہر وہ شخص جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جائے اور ہر سوال کرنے والے کی حالت یہی ہوتی ہے(کہ انہیں قیامت کے بارے میں علم نہیں ہوتا)۔ اس کے برعکس ان غالی لوگوں کے موقف کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم پر بالکل منطبق ہوگیا ہے۔ان کے بقول ہر وہ

چیز جسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اسے رسول اللہ ﷺ بھی جانتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ﴾(التوبة: ١٠١) [اور تمھارے آس پاس جو دیہاتی ہیں ان میں بعض منافق ہیں، اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ (اے نبی!) آپ انھیں نہیں جانتے، ہم انھیں جانتے ہیں]۔ یہ فرمانِ باری تعالیٰ سورۂ براءت میں ہے اور سورۂ براءت کے بھی آخر میں ہے۔ سورۂ براءت قرآنِ کریم کے ان مقامات میں سے جو آخر میں نازل ہوئے۔ یہ اس وقت کی حالت ہے جب منافقین مدینہ میں آپ کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے گم ہونے کا واقعہ ہے۔ اس حدیث میں یہ مذکورہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہار کو تلاش کرنے کے لیے صحابہ کرام کو بھیجا۔ پھر جب اونٹ کو اٹھایا گیا تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔(صحیح البخاری: ٤٧٥) اسی طرح کھجوروں کی تابیر والی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مدینہ سے فرمایا: میرا نہیں خیال کہ تم تابیر چھوڑو اور اس سے کوئی نقصان ہو۔ اہل مدینہ نے تابیر چھوڑ دی تو پھل کم آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دنیاوی معاملات کو مجھ سے بہتر جانتے ہو۔(صحیح مسلم: ١٨٣٦) اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے: ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(الأنعام: ٥٠)[(اے نبی! کہہ دیجیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ میں غیب بھی نہیں جانتا)]، نیز فرمایا: ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ﴾(الأعراف: ١٨٨) (اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا)۔ پھر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اور بہتان لگانے والوں نے آپ پر بہتان لگایا تو نبی اکرم ﷺ کو اس وقت تک حقیقت معلوم نہیں تھی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوئی۔ ان غالی لوگوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو ضرور حقیقتِ حال کا علم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور لونڈی (بریرہ رضی اللہ عنہا) کو بلا کر پوچھ گچھ کی، حالانکہ

آپ ﷺ کو ساری صورتِ حال معلوم تھی۔ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم سے گناہ ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو، (صحیح البخاری: ٤٧٥٠) حالانکہ آپ ﷺ کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا!!! بلاشبہ ان لوگوں کو ایسی لغو باتیں کرنے پر ان کے اس عقیدے نے آمادہ کیا ہے کہ آپ ﷺ ان کے گناہ معاف کردیں گے اور ان کو جنت میں داخل کردیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ جتنا غلو کریں گے اتنا زیادہ آپ کے مقرب اور خاص لوگ بن جائیں گے۔ حالانکہ یہ لوگ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ ﷺ کے اوامر اور آپ کی سنتوں کے مخالف و نافرمان ہیں۔ یہ لوگ واضح طور پر ان نصاریٰ سے مشابہت رکھتے ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت کی بہت زیادہ مخالفت کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے فاسد عقائد کو رواج دینے کے لیے یہ لوگ واضح طور پر جھوٹی ثابت ہوجانے والی احادیث کی تصدیق کرتے ہیں، جبکہ صحیح احادیث میں تحریفِ معنوی کرتے ہیں۔''

(المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن القیم، ص: ٨١۔ ٨٤)

یہی عبارت من وعن جناب ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) نے اپنی کتاب الموضوعات الکبریٰ المعروف بہ ''موضاتِ کبیر'' (ص ۱۱۹) میں نقل کی ہے۔

بات بڑی واضح ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے وقوعِ قیامت کے بارے میں پوچھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس حوالے سے سائل ومسئول دونوں کا علم برابر ہے۔ یعنی عدمِ علم میں ہم دونوں مساوی ہیں۔ تمہیں بھی معلوم نہیں اور مجھے بھی کہ قیامت کب واقع ہوگی۔ ہاں البتہ قیامت کی چند نشانیاں میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ یہ علامات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتائی تھیں لیکن قیامت کا قطعی علم آپ کو نہیں دیا۔

دلیل نمبر ④ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لما كان ليلة أسرى برسول الله صلّى الله عليه وسلّم لقي إبراهيم وموسى وعيسى ، فتذاكروا الساعة ، فبدأ بإبراهيم ، فسألوه عنها ، فلم يكن عنده منها

علم ، ثمّ سألوا موسی ، فلم یکن عنده منها علم ، فردّ الحدیث إلی عیسی ابن مریم ، فقال : قد عهد إلیّ فیما دون وجبتها ، فأمّا وجبتها فلا یعلمها إلا اللّٰه .

''رسول اللہ ﷺ نے معراج والی رات سیدنا ابراہیم ، سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ سب نے قیامت کے بارے میں مذاکرہ کیا (کہ وہ کب قائم ہو گی)۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بات شروع ہوئی۔ ان سے سوال ہوا تو ان کے پاس اس بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا تو ان کے پاس بھی اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ پھر سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی طرف بات آئی تو انہوں نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قیامت کے قائم ہونے سے پہلے (دنیا میں نزول کا) وعدہ کیا ہے۔ رہا اس کا قیام تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''(سنن ابن ماجه : ٤٠٨١، مسند الإمام أحمد : ٣٧٥/١، المستدرك علی الصحیحین للحاکم : ٣٨٤/٢، ٤٨٨/٤، وسندهٗ صحیحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

علامہ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں: **هذا إسناد صحیح ، رجاله ثقات .**

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''(مصباح الزجاجة : ٣١٢/٢)

اس کا راوی مؤثر بن عفازہ ثقہ ہے۔ اسے امام عجلی رحمہ اللہ (۴۴۳) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : ۴۶۳/۵) نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے جسے بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ یہ بلاشبہ توثیق ہے۔ یہی حال ذہبی اور بوصیری کی تصحیح کا ہے۔ اسی سند کے ساتھ مستدرک حاکم (۳۸۴/۲) میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: **عهد اللّٰه إلیّ فیما دون وجبتها ، فلا نعلمها .**

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قیامت قائم ہونے سے پہلے (دنیا میں نزول) کا وعدہ کیا

ہے۔ہم قیامت کے قائم ہونے کا وقت نہیں جانتے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **فهؤلاء أكابر أولى العزم من المرسلين ، ليس عندهم علم بوقت الساعة على التعيين ، وإنّما ردّوا الأمر إلى عيسى عليه السلام ، فتكلّم على أشراطها ، لأنّه ينزل فى آخر هذه الأمّة منفذا لأحكام رسول الله ، ويقتل المسيح الدجّال ، ويجعل الله هلاک يأجوج ومأجوج ببركة دعائه ، فأخبر بما أعلمه الله تعالى به .**

''یہ انبیاء اولوالعزم پیغمبروں میں سے بڑے بڑے پیغمبر تھے۔ان کو قیامت کے قائم ہونے کا وقت معین طور پر معلوم نہیں تھا۔ان سب نے اس معاملے کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیر دیا۔عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کی علامات کے بارے میں بات کی کیونکہ وہ اس امت کے آخری دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے نازل ہوں گے، مسیح دجال کو قتل کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے یاجوج ماجوج کو ہلاک کرے گا۔(قیامت کے بارے میں)جو باتیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بتائی تھیں، وہ انہوں نے بیان کر دیں۔''

(تفسیر ابن كثير : ٢٤٨/٣، الأعراف : ١٨٧)

دلیل نمبر ⑤ : سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

سمعت النبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول قبل أن يموت بشهر : ((تسألونّى عن الساعة ، وإنّما علمها عند الله)) ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی موت سے ایک ماہ قبل یہ فرماتے ہوئے سنا: تم مجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٣٢٦/٣، صحيح مسلم : ٣١٠/٢، ح : ٢٥٣٨)

تنبیہ : قرآنِ مجید، احادیثِ صحیحہ اور سلف صالحین کے متفقہ فہم کے خلاف بعض اہل بدعت کا کہنا ہے : ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ

آپ ﷺ کوعلم قیامت ہے۔مستدرک (ج ۴ص ۵۶۷) عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قیامت کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ دن کون سا ہے؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی کہ اللہ کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اجمعین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کوعلم قیامت ہے۔''(مقیاس : ۳۸۳، ۳۸٤)

تبصرہ : اس روایت میں قیامت کے وقوع کا ذکر تک نہیں۔بعض لوگوں نے تلبیس ابلیس سے کام لیتے ہوئے روایت کا وہ حصہ جو ان کے مدعا کے خلاف تھا، ہضم کرلیا تاکہ سادہ لوح عوام کو یہ باور کراسکیں کہ وہ بھی اپنے عقیدے پر دلیل رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکا ہے، کسی موضوع (من گھڑت) روایت میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے وقوع کا وقت معلوم تھا، ورنہ یہ لوگ ضرور ایسی روایت پیش کرتے ، بلکہ اپنے ماتھے کا جھومر بناتے۔ یہ روایت اصل میں یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ آیتِ کریمہ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾ (الحج : ۱) تلاوت کی اور صحابہ کرام سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ کرام عرض کرنے لگے : اللہ اور اس کے رسول کو بہتر معلوم ہے۔اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **((ذاكم يوم ينادى آدم ، فيناديه ربّه ، فيقول : يا آدم ! ابعث بعث النار ، فيقول : وما بعث النار ؟ فيقول : من كلّ ألف تسعمأة وتسع وتسعون إلى النار وواحد إلى الجنّة))** ''یہ وہ دن ہوگا جب آدم کو پکارا جائے گا۔ آدم علیہ السلام کو ان کا ربّ پکارے گا اور فرمائے گا: آگ کا حصہ الگ کرو۔آدم علیہ السلام عرض کریں گے : آگ کے حصے سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا : ہر 1000 میں سے 999 جہنم کی طرف اور ایک جنت کی طرف۔''

یعنی اس حدیث میں قیامت کے حالات کی بات ہو رہی ہے نہ کہ قیامت کے قائم

ہونے کے وقت کی۔ اس کے باوجود اہل بدعت وضلالت اسے اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ حق کو سمجھنے اور اس پرعمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے !

❁❁❁❁❁❁❁

ہوشیار باش !

امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (م ۱۹۷ھ) کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے :

ما لقيت أحدا أفقه من أبي حنيفة ، ولا أحسن صلاة منه .

''میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔''(تاریخ بغداد للخطیب : ۳۴۵/۱۳)

لیکن یہ قول موضوع (من گھڑت) ہے۔ امام وکیع رحمہ اللہ اس سے بالکل بری ہیں۔ یہ احمد بن صلت کی کارستانی ہے، جو بالاجماع جھوٹا اور وضاع (من گھڑت روایات بیان کرنے والا) تھا۔ اس کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **يضع الحديث .**

''یہ اپنی طرف سے حدیث گھڑتا تھا۔''(الضعفاء والمتروکون : ۵۹)

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ کی بھی اس کے بارے میں یہی رائے ہے۔(المجروحین : ۱۵۳/۱)

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **وما رأيت في الكذّابين أقلّ حياء منه .**

''جھوٹے لوگوں میں سے میں نے اس سے بڑھ کر کم حیا والا آدمی کوئی نہیں دیکھا۔''

(الکامل لابن عدی : ۱۹۹/۱)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں : **حدّث بأحاديث ، أكثرها باطلة هو وضعها ، ويحكی أيضا عن بشر بن الحارث ويحيی بن معين وعلیّ ابن المدينیّ أخبارا جمعها بعد أن وضعها فی مناقب أبی حنيفة .**

''اس نے بہت سی ایسی احادیث بیان کی ہیں، جن میں سے اکثر اس نے خود گھڑی ہیں، نیز یہ بشر بن الحارث، امام یحییٰ بن معین اور امام علی بن المدینی رحمہم اللہ سے منسوب اقوال خود گھڑ کر امام ابوحنیفہ کے مناقب میں بیان کرتا تھا۔''(تاریخ بغداد للخطیب : ۳۳/۵)

❁❁❁❁❁❁❁

محمد رسول اللہ ﷺ بشر تھے۔ یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ ظاہراً بشر تھے اور حقیقت میں نور تھے۔ دلائل سے عاری یہ عقیدہ انتہائی گمراہ کن اور کفریہ ہے۔ آپ ﷺ کے جنس بشریت سے ہونے کا کوئی انکار نہیں کرسکتا، اسی لیے رافضی اور اس دور کے جہمی صوفی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بشریت کا لبادہ اَوڑھ رکھا تھا۔

یہ بات غور کرنے کی ہے کہ مشرکین مکہ اور پہلی امتوں کے کفار کو انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لانے میں مانع یہی بات تھی کہ ان کی طرف آنے والے نبی جنس بشریت سے تعلق رکھتے تھے۔ ہر دور کے کفار بشریت کو نبوت و رسالت کے منافی خیال کرتے تھے۔ آج کے دور میں بھی بعض لوگ نبی اکرم ﷺ کی بشریت سے انکاری ہیں۔ دراصل یہ ایک بڑی حقیقت کا انکار ہے۔ جب کفار مکہ نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے کے لیے آپ ﷺ کی بشریت کو بہانہ بنانا چاہا تو قرآنِ کریم نے یہ نہیں کہا کہ آپ ﷺ بشر نہیں لہٰذا ایمان لے آؤ، بلکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیاتِ بینات میں آپ ﷺ کے بشر ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ ایک مقام پر فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَسُولًا ☆ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۴، ۹۵)

''اور لوگوں کے پاس ہدایت آجانے کے بعد ان کو ایمان لانے سے صرف اس چیز نے روکا کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے بشر رسول بھیجا ہے؟ کہہ دیجیے: اگر زمین میں فرشتے

ہوتے جو یہاں مطمئن ہو کر چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ردّ میں فرمایا کہ زمین پر انسان اور بشر بستے ہیں، لہٰذا انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے جنس بشر ہی سے نبی اور رسول ہونا چاہیے۔ ہاں اگر فرشتے زمین پر آباد ہوتے تو انہی کی نسل سے رسول ہوتا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنس بشر سے تعلق رکھتے تھے۔ ورنہ مشرکین کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرما دیتے کہ آپ ﷺ تو محض بشریت کے لبادے میں ہیں، حقیقت میں نور ہی ہیں۔ یوں مشرکین کا اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا کیونکہ ان کے بقول بشر رسول نہیں ہوسکتا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پہلے سارے انبیاء علیہم السلام بشر ہی تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے انسان ہی نبی ہوسکتا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلاً﴾ (الأحزاب: ٦٢)

''اور آپ اللہ کے قانون کو تبدیل ہوتا نہیں پائیں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت بھی یہ قانونِ الٰہی نہیں بدلا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ☆ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ﴾ (ق: ١، ٢)

''قٓ! قسم ہے قرآنِ مجید کی، بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، پھر کافروں نے کہا: یہ تو عجیب بات ہے۔''

''انہی میں سے'' کے الفاظ سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ جن لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے، انہی کی جنس سے تھے۔ تبھی تو مشرکین کو تعجب ہوا کہ ہم میں سے ایک انسان نبوت کا دعویدار کیسے بن گیا؟ بشر کیسے اللہ کا رسول ہوسکتا ہے؟

ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلٰى رَجُلٍ

مِّنۡهُمۡ﴾ (یونس : ٢) ”کیا لوگوں کے لیے یہ تعجب کی بات ہے کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کی طرف وحی بھیجی؟“

جب مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ کے بشر رسول ہونے پر شک وشبہ کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دو طرح سے سمجھایا:

① ﴿وَمَا أَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيۡهِمۡ فَاسۡأَلُوا أَهۡلَ الذِّكۡرِ إِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾ (النحل : ٤٣، الأنبياء : ٧)

”اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مرد ہی (نبی) بھیجے تھے، ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے، لہٰذا تم اہل ذکر (اہل کتاب) سے پوچھ لو اگر تم علم نہیں رکھتے۔“

② ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنۡ يُؤۡمِنُوا إِذۡ جَاءَهُمُ الۡهُدَىٰ إِلَّا أَنۡ قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا ☆ قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِي الۡأَرۡضِ مَلَائِكَةٌ يَمۡشُونَ مُطۡمَئِنِّينَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا﴾ (بنی إسرائیل : ٩٤، ٩٥)

”اور لوگوں کے پاس ہدایت آجانے کے بعد ان کو ایمان لانے سے صرف اس چیز نے روکا کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے بشر رسول بھیجا ہے؟ کہہ دیجیے: اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو یہاں مطمئن ہوکر چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے۔“

پھر فرمایا: اگر تمھیں انکار ہے کہ نبی بشر نہیں ہوسکتا تو میرے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ:

﴿قُلۡ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيۡنِي وَبَيۡنَكُمۡ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا﴾

”کہہ دیجیے: میرے اور تمھارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور انھیں دیکھنے والا ہے۔“

اب تمھاری مرضی ہے کہ مانو یا نہ مانو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ ہی کی زبانی آپ کی بشریت کا اعلان کرا دیا:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى إِلَيَّ ...﴾ (الكهف: ١١٠، حم السجدة: ٦)

''کہہ دیجیے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

نیز جب کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کئی ایک معجزات کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ (بنی إسرائیل: ٩٣)

''کہیے: میرا رب پاک ہے، میں تو بس ایک بشر رسول ہوں۔''

ایک مقام پر ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ (التوبة: ١٢٨)

''یقیناً تمہارے پاس تمہاری جانوں میں سے ایک رسول آیا ہے۔''

مزید فرمایا: ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ (التوبة: ١٥١)

''جس طرح ہم نے تمہارے اندر تمھی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے۔''

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں یوں فرمایا:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ﴾

''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے، جس وقت انھوں نے کہا: اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔''

پھر ان کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ﴾ (الأنعام: ٩١)

''کہہ دیجیے: پھر وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جسے موسیٰ لائے تھے، جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی۔''

قومِ نوح نے نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار بھی اسی وجہ سے کیا تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ (هود: ٢٧)

''ہم تجھے بس اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں''

سنی مفسر امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۲۲۴۔۳۱۰ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

وجحدوا نبوّة نبيّهم نوح عليه السلام : ما نراک یا نوح إلّا بشرا مثلنا ، يعنون بذلک أنه آدميّ مثلهم فى الخلق والصورة والجنس ، فإنّهم كانوا منكرين أن يكون اللّٰه يرسل من البشر رسولا إلى خلقه .

''انہوں نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا (اور کہا): اے نوح ! ہم تجھے اپنے جیسا بشر ہی دیکھتے ہیں۔ان کی مراد یہ تھی کہ نوح علیہ السلام تخلیق ،شکل وصورت اور جنس میں انہی کی طرح کے ایک آدمی ہیں۔کفار اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف جنس بشر میں سے رسول بھیجے۔'' (تفسير الطبري : ۳٦/۱۲)

فرعون اور اس کے حواریوں نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے بارے میں کہا تھا :

﴿أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا﴾ (المؤمنون : ٤٧)

''کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً وَّمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ﴾ (الرعد : ٣٨)

''اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے، اور ہم نے انھیں بیوی بچوں والے بنایا۔اور کسی رسول کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی (معجزہ) لائے مگر اللہ کے اذن سے۔ ہر مقررہ وقت کے لیے ایک کتاب (لکھا ہوا وقت) ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام طبری رحمہ اللہ (۲۲۴۔۳۱۰ھ) فرماتے ہیں :

يقول تعالى ذكره : ولقد أرسلنا يا محمّد ! رسلا من قبلک إلى أمم قد خلت من قبل أمّتک ، فجعلناهم بشرا مثلک ، لهم أزواج ينكحون وذريّة أنسلوهم ، ولم نجعلهم ملائكة لا يأكلون ولا يشربون ولا ينكحون ، فنجعل الرسول إلى قومک من الملائكة مثلهم ولكن أسلنا إليهم بشرا مثلهم ، كما أرسلنا إلى من قبلهم من سائر الأمم بشرا مثلهم ...

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اے محمد (ﷺ)! یقیناً ہم نے آپ سے پہلے ان امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے جو آپ کی امت سے پہلے ہوگزری ہیں۔ہم نے ان کو آپ کی طرح بشر ہی بنایا تھا، ان کی بیویاں تھیں جن سے انہوں نے نکاح کیے اور ان کی اولاد بھی تھی جن سے ان کی نسل چلی۔ ہم نے ان کو فرشتے نہیں بنایا تھا کہ وہ نہ کھاتے پیتے اور نہ نکاح کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم پہلی قوموں کی طرح آپ کی قوم کی طرف بھی فرشتوں میں سے رسول بھیجتے۔لیکن ہم نے آپ کی قوم کی طرف ان جیسا ایک بشر بھیجا ہے جیسا کہ پہلی امتوں کی طرف ان کی طرح کے بشر ہی رسول بن کر آتے رہے۔۔۔''(تفسیر الطبری : ٢١٦/١٣)

مشرکین کے ایک مطالبے کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُونَ﴾ (الأنعام : ٩)

''اور اگر ہم اس (نبی) کو فرشتہ بنا کر بھیجتے تو بھی ہم اسے انسان ہی کی شکل میں بھیجتے اور (تب بھی) ہم انھیں اسی شبہے میں ڈالتے جس میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ (م۳۵۴ھ) ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

والمصطفٰی خیر البشر صلّی ، فسھا . ''مصطفی ﷺ جو کہ خیر البشر تھے، انہوں نے نماز پڑھی اور بھول گئے۔''(صحیح ابن حبان، ح : ٤٠٧٤)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱۔۷۷۴ھ) فرمانِ باری تعالیٰ : ﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ (میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

أی ولا أدّعی أنّی ملک ، إنّما أنا بشر من البشر ، یوحٰی إلیّ من اللّٰہ عزّ وجلّ ، شرّفنی بذلک ، وأنعم علیّ بہ . ''یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو ایک بشر ہی ہوں۔ میری طرف اللہ عزوجل کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے مجھے شرف عطا کیا ہے اور مجھ پر خاص انعام کیا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : ٤١/٦، مکتبة أولاد الشیخ للتراث)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) مشرکین مکہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

كفّار قريش يستبعدون كون محمّد صلّى اللّٰه عليه وسلّم رسولا من اللّٰه لكونه بشرا من البشر . ''کفار قریش، محمد ﷺ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہونے کو اس لیے محال سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ جنس بشر میں سے ایک بشر تھے۔''

(فتح الباری لابن حجر : ۱۹۱/۱۰)

❀❀❀❀❀❀❀

علی مولا !

امام اللغۃ والنحو والادب والانساب محمد بن زیاد ابن الاعرابی ابو عبد اللہ الہاشمی رحمہ اللہ (۱۵۰۔۲۳۱ھ) فرماتے ہیں: والمولی ابن العمّ ، والمولی المُعتِق ، والمولی المُعتَق ، والمولی الجار ، والمولی الشریک ، والمولی الحلیف ، والمولی المحبّ ، والمولی اللوی ، والمولی الولیّ ، ومنه قول النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم : ((من کنت مولاہ فعليّ مولاہ)) ، معناہ من تولّانی فلیتولّ علیّا ، قال ثعلب : ولیس هو کما تقول الرافضة : إنّ علیّا مولی الخلق ومالکهم ، وکفرت الرافضة فی هذا لأنّه یفسد من باب المعقول لأنّا رأیناہ یشتری ویبیع ، فإذا کانت الأشیاء ملکه فمن من یشتری ویبیع ، ولکنه من باب المحبّة والطاعة . ''چچا زاد، آزاد کرنے والے، آزاد ہونے والے، کاروباری ساجھی، معاہدہ کرنے والے، محبت کرنے والے، بااثر اور دوست سب کو مولا کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ((من کنت مولاہ فعليّ مولاہ)) (جس کا میں دوست ہوں، اس کا علی (رضی اللہ عنہ) بھی دوست ہے)۔ یعنی جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھے۔ ثعلب کہتے ہیں: رافضیوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پوری مخلوق کے مولا، یعنی مالک ہیں۔ اس معاملے میں رافضی لوگ کفر کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ بات تو عقلی اعتبار سے بھی غلط ہے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خرید و فروخت کرتے تھے۔ جب تمام چیزیں اُن کی ملکیت تھیں تو خرید و فروخت کیسی؟ مذکورہ حدیث میں لفظِ مولا، محبت اور دوستی کے باب سے ہے۔''(تاریخ ابن عساکر : ۲۳۸/۴۲، وسندہٗ صحیحٌ)

✻✻✻✻✻✻✻

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

عالم الغیب کون؟

مطلق طور پر علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ یہ عقیدہ قرآن، حدیث، اجماعِ امت اور ائمہ سلف کی تصریحات سے ثابت ہے۔ اس کے باوجود سلف صالحین کی مخالفت میں بعض لوگ نبی اکرم ﷺ کو بھی عالم الغیب کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو **ما کان وما یکون** (جو کچھ ہو گیا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم ہے۔ وہ قرآن و حدیث کی واضح نصوص کی تاویلیں کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے بارے میں شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وأمّا أهل البدع فهم أهل أهواء وشبهات يتّبعون أهواء هم فيما يحبّونه ويبغضونه ويحكمون بالظنّ والشبه ، فهم يتّبعون الظنّ وما تهوى الأنفس ، ولقد جاء هم من ربّهم الهدى ، فكلّ فريق منهم قد أصّل لنفسه أصل دين وضعه ، إمّا برأيه وقياسه الذى يسمّيه عقليّات ، وإمّا بذوقه وهواه الذى يسمّيه ذوقيّات ، وإمّا بما يتأوّله من القرآن ويحرّف فيه الكلم عن مواضعه ويقول : إنّه إنّما يتّبع القرآن كالخوارج ، وإمّا بما يدّعيه من الحديث والسنّة ، ويكون كذبا وضعيفا كما يدّعيه الروافض من النصّ والآيات ، وكثير ممّن يكون قد وضع دينه برأيه أو ذوقه يحتجّ من القرآن بما يتأوّله على غير تأوّله ، ويجعل ذلك حجّة لا عمدة ، وعمدته فى الباطن على رأيه كالجهميّة والمعتزلة فى الصفات والأفعال بخلاف مسائل الوعد والوعيد ، فإنّهم قد يقصدون متابعة النصّ ، فالبدع نوعان نوع كان قصد أهلها متابعة النصّ والرسول ، لكن غلطوا فى فهم المنصوص وكذّبوا بما يخلف ظنّهم من الحديث ومعانى الآيات

كالخوارج ، وكذلک الشيعة المسلمين بخلاف من كان منافقا زنديقا يظهر التشيّع وهو في الباطن لا يعتقد الاسلام ، وكذلک المرجئة ...

''اہل بدعت نفس پرست اور شبہات کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں۔وہ پسند اور ناپسند میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور ظن اور شبہات کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ ظن اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔ اہل بدعت کے ہر گروہ نے اپنے لیے اس دین کو دلیل بنایا ہوا ہے جسے اس نے خود گھڑا ہے۔ بعض نے اپنی رائے اور قیاس کو دین بنایا ہے اور اسے عقلیات کا نام دیتا ہے ،بعض نے اپنے ذوق اور خواہش کو دین بنایا ہے اور اسے ذوقیات کا نام دیتا ہے،بعض نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں تحریفِ معنوی سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی پیروی خوارج کی طرح کرتے ہیں اور بعض نے حدیث اور سنت کی پیروی کا دعویٰ کیا ہے لیکن ان کے دلائل وہ روایات ہیں جو جھوٹی اور نا قابل اعتبار ہیں جیسا کہ رافضی لوگ نص اور آیات کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اکثر اہل بدعت نے اپنی رائے اور ذوق کے مطابق اپنا دین بنایا ہوا ہے اور وہ قرآنِ کریم کی غلط تفسیر کر کے اپنے دلائل تراشتے ہیں۔ یہ لوگ قرآنِ کریم کو اپنی دلیل بناتے ہیں ،لیکن اس پر اعتماد نہیں کرتے ، ان کا اعتماد درحقیقت اپنی رائے پر ہوتا ہے جیسا کہ جہمیہ اور معتزلہ لوگوں کا صفات و افعالِ باری تعالیٰ کے بارے میں حال ہے۔ وعد وعید کے مسائل میں ان کی صورتِ حال اس کے برعکس ہوتی ہے، کیونکہ بسا اوقات یہ لوگ نصوص کی پیروی کا ارادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے کہ اس کے مرتکب لوگوں کی نیت قرآن وسنت کی پیروی ہوتی ہے لیکن وہ نصوص کو سمجھنے میں غلطی کھا جاتے ہیں اور اپنی عقل کے خلاف آنے والی احادیث اور تفسیر کو جھٹلا دیتے ہیں جیسا کہ خوارج اور مسلمان شیعہ لوگوں کا حال ہے۔ جو لوگ منافق اور زندیق ہیں اور ظاہر میں شیعہ کہلاتے ہیں جبکہ باطن میں وہ اسلام کو مانتے ہی نہیں ، ان کا

معاملہ اس کے برعکس ہے (یعنی ایسے بدعتی قرآن و سنت کی پیروی کا ارادہ ہی نہیں رکھتے)۔۔۔‘‘(النبوات لابن تیمیة، ص: ۹۵)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱ـ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

ولهذا قال تعالى: ﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ ﴾، أى ضلال وخروج عن الحقّ إلى الباطل ﴿ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ﴾ ، أى إنّما يأخذون منه بالمتشابه الذى يمكنهم أن يحرّفوه إلى مقاصدهم الفاسدة ، وينزلوه عليها ، لاحتمال لفظه لما يصرفونه ، فأمّا المحكم فلا نصيب لهم فيه ، لأنّه دامغ لهم وحجّة عليهم ، ولهذا قال : ﴿ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ ﴾ ، أى الإضلال لأتّباعهم ، إيهامًا لهم أنّهم يحتجّون على بدعتهم بالقرآن ، وهذا حجّة عليهم لا لهم ، كما لو احتجّ النصارى بأنّ القرآن قد نطق بأنّ عيسى هو روح الله وكلمته ألقاها إلى مريم ، وتركوا الاحتجاج بقوله تعالى : ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ﴾ (الزخرف: ۵۹) **وبقوله :﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾** (آل عمران: ۵۹) **، وغير ذلک من الآيات المحكمة المصرّحة بأنّه خلق من مخلوقات اللّٰه وعبد ورسول من رسل اللّٰه ....**

’’اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گمراہ اور حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جانے والے لوگ قرآنِ کریم کے ان متشابہ مقامات سے دلیل لیتے ہیں جن میں اپنے فاسد مقاصد کے لیے تحریف کرنا ان کے لیے ممکن ہوتا ہے اور اس کے لفظوں میں ان کے مقاصد کا احتمال ہوتا ہے۔ محکم آیات میں ان کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ محکم آیات ان کا سخت ردّ کرتی ہیں اور ان کے خلاف دلیل بنتی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اپنے پیرو کاروں کو گمراہ کرنے کے لیے اور ان کو یہ دھوکا دینے کے لیے کہ وہ اپنی بدعت پر قرآنی دلائل رکھتے ہیں، متشابہ آیات سے دلیل لیتے ہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے نصاریٰ یہ دلیل

دینے لگیں کہ قرآنِ کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا ہے لیکن وہ اس آیت کو چھوڑ دیں جس میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو محض اللہ کے ایک بندے ہیں جس پر ہم نے انعام کیا ہے۔نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے ہاں آدم علیہ السلام جیسی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے پیدا کیا ، پھر ان سے کہا : ہو جا ،تو وہ ہو گئے۔۔۔ اس طرح اور بھی بہت سی محکم اور صریح آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق ، اس کے بندے اور اس کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔۔۔''(تفسیر ابن کثیر : ۷/۲)

''قرآنی دلائل'' کا جائزہ :

بعض لوگ نبی اکرم ﷺ کے عالم الغیب ہونے کو قرآنی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔آیئے دیکھیں کہ کیا ان کی پیش کردہ قرآنی آیات سے ان کا مدعا ثابت ہوتا ہے :

پہلی دلیل : فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

﴿عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ أَحَدًا ☆ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُولٍ﴾

(الجن : ۲۶، ۲۷)

''(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے۔''

اس آیتِ کریمہ کا صحیح مطلب کیا ہے اور کیا اس سے نبی اکرم ﷺ کا عالم الغیب ہونا ثابت ہوتا ہے؟ ہم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے ، بلکہ اس بارے میں ائمہ دین اور سلف صالحین کی تصریحات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔البتہ قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ اتنی زحمت ضرور کریں کہ مذکورہ آیتِ کریمہ کے متصل پہلے والی آیت پڑھ لیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنْ أَدْرِی أَقَرِیبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ یَجْعَلُ لَهُ رَبِّی أَمَدًا﴾ (الجن: ۲۵) ''کہہ دیجیے: میں نہیں جانتا کہ جس (عذاب) کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا اس کے لیے میرے رب نے کوئی لمبی مدت رکھی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کو عالم الغیب کہنے اور اس پر دلائل تراشنے والوں کو یہ آیتِ کریمہ کیوں نظر نہ آئی۔ کیا اس سے نبی اکرم ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی صاف نفی نہیں ہو رہی؟ نیز ان لوگوں کو یہ آیتِ کریمہ کیوں نظر نہ آئی:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا: ﴿تِلْکَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوحِیهَا إِلَیْکَ مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ (هود: ۴۹) ''(اے نبی!) یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں، ہم انھیں آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ انھیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔''

ان کی نظر اس آیتِ کریمہ پر کیوں نہ پڑ گئی:

﴿وَلَوْ کُنْتُ أَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِیرٌ وَبَشِیرٌ لِقَوْمٍ یُؤْمِنُونَ﴾ (الأعراف: ۱۸۸)

''کہہ دیجیے: میں اپنی جان کے لیے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔''

یہ آیت انہوں نے کیوں قابل التفات نہیں سمجھی کہ:

﴿فَقُلْ إِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ﴾ (یونس: ۲)

''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ غیب تو صرف اللہ کے پاس ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ان کی نظر سے کیوں نہیں گزرا کہ:

﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَیْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل: ۶۷)

''کہہ دیجیے: آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب (کی بات) نہیں جانتا۔''

کیا یہ سب آیات واضح طور پر نبی اکرم ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی نہیں کر رہیں؟ ان سے نظر کیوں چرائی جاتی ہے؟ آیئے اب ان لوگوں کی پیش کی گئی قرآنی آیت کی طرف آتے ہیں کہ اس کا صحیح مطلب کیا ہے:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱۔۷۷۴ھ) اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وقوله : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَسُولٍ﴾ هذه كقوله تعالى : ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَاءَ ﴾(البقرة : ٢٥٥) وهكذا قال هاهنا : إنّه يعلم الغيب والشهادة ، وإنّه لا يطّلع أحد من خلقه على شيء من علمه إلّا ممّا أطلعه تعالى عليه ، ولهذا قال : ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ ، وهذا يعمّ الرسول الملكيّ والبشريّ .

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ☆ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ (الجن : ٢٦، ٢٧)[(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے۔]اس آیت کی طرح ہے: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾(البقرة : ٢٥٥)(اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کو اپنے احاطے میں نہیں لا سکتے، سوائے اس بات کے جو وہ چاہے۔)اسی طرح یہاں فرمان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے علم میں سے کسی بھی چیز پر اطلاع نہیں پاسکتا، سوائے اس چیز کے جس پر اللہ تعالیٰ خود کسی کو مطلع کر دے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ: ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾(وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے۔)اور یہ بات فرشتے رسول اور بشر رسول دونوں کو شامل

ہے۔''(تفسیر ابن کثیر : ٤/٣٢٦)

نیز فرماتے ہیں : **أمره اللّٰه تعالى أن يفوّض الأمور إليه ، وأن يخبر عن نفسه أنّه لا يعلم الغيب المستقبل ، ولا اطّلاع له على شيء من ذلك إلّا بما أطلعه اللّٰه عليه ، كما قال تعالى : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا﴾ .**

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اپنے بارے میں خبر دے دیں کہ وہ مستقبل کے غیب کو نہیں جانتے ، نہ آپ کو اس میں سے کسی چیز کی اطلاع ہے ، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دے دی ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا﴾ [(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا]۔''(تفسیر ابن کثیر : ٣/٢٤٩)

مزید فرماتے ہیں : **ثمّ قال : ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ أي أنتم لا تعلمون غيبَ اللّٰه في خلقه حتّى يُميّز لكم المؤمن من المنافق ، لو لا ما يعقده من الأسباب الكاشفة عن ذلك ، ثمّ قال : ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ﴾ كقوله : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا.....﴾ .**

''پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ (اور اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرنے والا) یعنی تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں موجود اس کا غیب نہیں جان سکتے کہ تمہیں مؤمن اور منافق کی تمیز ہو جائے۔ ہاں اگر وہ اسباب موجود ہوں جو اس غیب سے پردہ اٹھا سکتے ہیں، پھر فرمایا : ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ﴾ [لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے ، (اس غیب سے پردہ اٹھانے کے لیے) اس کا انتخاب کر لیتا ہے]۔ یہ فرمان اس آیت کی طرح ہی ہے کہ : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا.....﴾ [(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا]۔''(تفسیر ابن کثیر : ٢/١٥٥، تحت آل عمران : ١٧٩)

یعنی اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اپنے رسول کو غیب کی بات پر مطلع کر دیتے ہیں۔قرآنِ کریم نے یہ وضاحت کی ہے کہ پہلی قوموں کے حالات رسولِ اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی ہی بتائے گئے تھے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿**تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا**﴾ (هود: ٤٩) ''(اے نبی!) یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں، ہم انھیں آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ انھیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔''

مستقبل کی خبر بھی نبی اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی دی گئی جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿**لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا**﴾ (الفتح: ٢٧)

''البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم اپنے سر منڈاتے اور بال کترواتے ہوئے مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے، تم (کسی سے) نہ ڈرتے ہو گے، چنانچہ اللہ وہ بات جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے، لہٰذا اس نے اس سے پہلے ایک فتح جلد ہی عطا کر دی۔''

دراصل اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا اور انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

نیز فرمایا: ﴿**الٓمٓ ☆ غُلِبَتِ الرُّومُ ☆ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ☆ فِي بِضْعِ سِنِينَ**﴾ (الروم: ١۔٤)

''الٓمٓ . رومی مغلوب ہو گئے قریب ترین سرزمین (شام و فلسطین) میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے، چند برسوں میں۔''

ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا آپ ﷺ کو ماضی اور مستقبل کی کوئی خبر بذریعہ وحی دے دیتا تھا۔

اس کی تائید کے لیے ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن محمود بن لبید عن رجال من بنی عبد ألاشهل قالوا : فقال زید بن اللّصیت وهو فی رحل عمارة ، وعمارة عند رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم : ألیس محمّد یزعم أنّه نبیّ ویخبرکم عن خبر السّماء ، وهو لا یدری أین ناقته ؟ فقال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وعمارة عنده أنّ رجلا قال : هذا محمّد یخبرکم أنّه نبیّ ویزعم أنّه یخبرکم بأمر السّماء وهو لا یدری أین ناقته ؟ وانّی واللّٰه ما أعلم ما علمنی اللّٰه وقد دلّنی اللّٰه علیها ، وهی فی الوادی فی الشّعب کذا وکذا ، قد حبسها شجرة بزمامها ، فانطلقوا حتی تأتونی بها ، فذهبوا ، فجاؤا بها .

''محمود بن لبید بنوعبدالاشہل کے لوگوں سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: زید بن اللصیت نے کہا کہ وہ عمارہ کی رہائش گاہ پر تھا اور عمارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔اس نے کہا: محمد (ﷺ) کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتے ہیں، حالانکہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ، جبکہ عمارہ آپ کے پاس تھے کہ ایک شخص نے کہا ہے: یہ محمد تمہیں خبر دیتا ہے کہ وہ نبی ہے اور کہتا ہے کہ وہ تمہیں آسمان کی خبر دیتا ہے، حالانکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ اللہ کی قسم! میرے پاس وہی علم ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے اور اس اونٹنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہی دے دی ہے کہ وہ فلاں وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے۔اس کی لگام درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔ جاؤ، اسے میرے پاس لے آؤ! وہ اسے لے کر آ گئے۔''(المغازی لابن اسحاق کما فی السیرة لابن هشام : ٥٢٣/٢، وسندهٗ حسنٌ، وابن إسحاق وثّقه الجمهور)

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس علم غیب نہیں تھا۔ آپ ﷺ ما کان وما یکون کونہیں جانتے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو کسی معاملے کی خبر آپ کو دے دیتا تھا۔

شارحِ صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں : **فأعلم النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم أنّه لا یعلم الغیب إلّا ما علّمه اللّٰه ، وهو مطابق لقوله تعالی : ﴿فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ أَحَدًا ☆ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُولٍ﴾ ...** ''نبی اکرم ﷺ نے بتا دیا ہے کہ وہ غیب نہیں جانتے ، ہاں وہ بات جو اللہ تعالیٰ انہیں سکھا دے (اسے جان لیتے ہیں)۔ یہ حدیث اس فرمانِ باری تعالیٰ کی طرح ہے : ﴿فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ أَحَدًا ☆ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُولٍ﴾ [(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے]۔''(فتح الباری لابن حجر : ۳٦٤/۱۳)

علامہ احمد قسطلانی (۸۵۱۔۹۲۳ھ) کہتے ہیں : **عالم الغیب فلا یطلع علی غیبه أحدا من خلقه إلّا من ارتضی من رسول لاطّلاعه علی بعض الغیب ، یکون إخباره عن الغیب معجزة له .** ''اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ اپنی مخلوق میں کسی کو اپنے غیب کی اطلاع نہیں دیتا ، مگر جس رسول کو چاہے کسی غیب کی بات پر مطلع کر دیتا ہے اور یہ اطلاع نبی کے لیے معجزہ ہوتی ہے۔''(إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری : ۳٦۳/۱۰)

مفسرین کرام اور ائمہ سلف کے اقوال کی روشنی میں اس آیتِ کریمہ کی مزید وضاحت اگلی قسط میں کی جائے گی۔ **إن شاء اللّٰه!**

جاری ہے ـــــ

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے

قسط ③

حدیثی دلائل کی دور از کار تاویلات کا تجزیہ:

قارئین کرام اس مضمون کی پہلی قسط میں اس حوالے سے حدیثی دلائل ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حلال جانوروں کا پیشاب شریعتِ اسلامیہ کی رو سے پاک ہے۔محدثین کرام نے ہماری ذکر کردہ احادیث سے صاف طور پر یہ مسئلہ ثابت کیا ہے۔مخالفین کے پاس اس واضح موقف کے خلاف کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے وہ یہ ثابت کر سکیں کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب ان جانوروں کے پیشاب کی طرح ناپاک اور نجس و پلید ہے جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔کوئی دلیل نہ رکھنے کے باوجود بعض لوگ صحیح احادیث پر ایمان نہیں لاتے بلکہ ان میں طرح طرح کی تاویلات کا دروازہ کھول لیتے ہیں۔ایک حدیث کے بارے میں کی گئی تاویلات کا جائزہ تو ہم قسط ① میں لے چکے ہیں۔آیئے اس قسط میں دوسری صحیح حدیث کے بارے میں کی گئی تاویلات کا جائزہ لیتے ہیں:

بکریوں کے باڑوں میں نماز والی حدیث:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا فرماتے تھے۔(صحیح البخاری : ۲۳٤ ، صحیح مسلم : ٥۲٤)

ہم پہلی قسط میں بقولِ فقہائے امت یہ بیان کر چکے ہیں کہ اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔اب ملاحظہ فرمائیں مخالفین کی تاویلات اور ان کا منصفانہ تجزیہ!

تاویل نمبر ①:

دیوبندیوں کے ''قاسم ثانی'' جناب شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس لئے کہ یہ واقعہ مسجد بننے سے پہلے کا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہجرت کے بعد بالکل ابتداء کا واقعہ ہے۔

(فضل الباری شرح اردو صحیح بخاری از عثمانی: ۴۰۳/۲)

تجزیہ: مقلدین کی یہ عادتِ شنیعہ ہے کہ صحیح وصریح احادیث سے جان چھڑانے کے لئے ان میں ایسی تاویلیں کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے جن کو خود بھی درست نہیں سمجھتے۔ آگے چل کر خود عثمانی صاحب نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وہ عبارت نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

وأمّا ادّعاء من النسخ يقتضى الجواز ثمّ المنع ، وفيه نظر لأنّ إذنه فى الصلاة فى مرابض الغنم ثابت عند مسلم من حديث جابر بن سمرة .

''رہی بات دعوی نسخ کی تو اس کا تقاضا ہے کہ پہلے یہ کام جائز ہو پھر منع ہوا ہو لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکریوں کے باڑوں میں نماز کی اجازت دینا صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے (اور وہ آخری دور میں اسلام لانے والے صحابی ہیں)۔'' (فتح الباری: ۳۴۲/۱)

اگر عثمانی صاحب جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کو ہی پڑھ لیتے تو اس حدیث کے بارے میں ابن حزم رحمہ اللہ سے دعویٰ نسخ نقل نہ کرتے۔ کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

ولا أدری ما حمله علی النسخ إلّا أن يكون اختار نجاسة الأزبال والأبوال .

''میں نہیں جانتا کہ ابن حزم کو کس چیز نے اکسایا ہے کہ وہ اسے منسوخ کہیں، سوائے اس کے کہ ان کے نزدیک یہ پیشاب و گوبر ناپاک تھے۔'' (فیض الباری: ۳۳۰/۱)

یعنی بقولِ کشمیری صاحب ابن حزم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منسوخ صرف اس لیے کہا

ہے کہ ان کا موقف حلال جانوروں کے پیشاب کے ناپاک ہونے کا تھا، ورنہ کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی۔لہٰذا یہ دعوی بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تاویل نمبر ② : جناب عثمانی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ابنِ حزم کے جواب کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس استدلال کے اور بھی متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہاں کوئی چیز بچھا کر نماز پڑھی ہو۔'' (فضل الباری اردو از عثمانی: ۴۰۳/۱)

تجزیہ : جناب عثمانی صاحب کے اپنے الفاظ ''ہوسکتا ہے'' بتا رہے ہیں کہ یہ بات ان کے ہاں بھی یقینی نہیں۔ صرف ایک تقلیدی احتمال ہے اور احتمال آ جانے پر استدلال درست نہیں رہتا۔ جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب نے کئی مقامات پر یہ اصول بیان کر رکھا ہے۔ ایک مقام ملاحظہ فرمالیں۔ وہ لکھتے ہیں:

إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال . ''جب احتمال آ جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔'' (دیکھیں اعلاء السنن از تھانوی: ۴۴۰/۱، ۴۴۱)

عثمانی صاحب کی مزید سعی لاحاصل ملاحظہ فرمائیں:

''اور واضح جواب صحیحین کی حضرت انس سے مروی وہ حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے گھر میں بوریئے پر نماز پڑھی اور حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے کہ آپ چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔'' (فضل الباری: ۴۰۳/۲)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ بات بکریوں کے باڑوں کی ہو رہی ہے اور دیوبندی صاحب نے دلیل میں انس رضی اللہ عنہ کے گھر والی روایت پیش کی ہے۔اس سے کیا فائدہ؟ بات تو تب بنے گی جب باڑے میں نبی اکرم ﷺ کی نماز چٹائی پر ثابت ہوگی۔

حدیث میں تاویل اور نجاست پر نماز!!!

یاد رہے کہ اگر بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم ﷺ نے بکریوں کے باڑے میں

چٹائی بچھا کر نماز پڑھی تھی تو بات پھر بھی نہ بنے گی کیونکہ اگر باڑوں میں نبی اکرم ﷺ کی نماز چٹائی پر ثابت ہو جائے تو دیوبندی اور حنفی بھائیوں کو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ کیا یہ تاویل کرنے والوں کے نزدیک نجاست پر مصلّٰی یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنا جائز ہے؟ کتنی جرأت ہے تقلید میں کہ مقلدین اپنی ''فقہ'' کو بچانے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی نماز کو نجاست والی جگہ پر ثابت کرنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ دیوبندی بھائی بتائیں کہ کیا آدمی کے پیشاب یا پاخانہ کے اوپر چٹائی بچھا کر نماز کا جواز آپ کی فقہ کی کس کتاب میں موجود ہے؟ حلال جانوروں کے پیشاب کو آپ نجس قرار دیتے ہیں اور آدمی کا بول و براز بھی نجس ہے۔ اگر آپ آدمی کے بول و براز کے اوپر چٹائی بچھا کر نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تو بکری اور اس جیسے دوسرے حالال جانوروں کے پیشاب کو نجس قرار دے کر رسول اطہر ﷺ کی گستاخی کیوں کرتے ہیں؟ مقلدین اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو بات سمجھ میں آسکتی ہے۔

تاویل نمبر ③ : جناب شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کے علاوہ یہ کہ حضرت عائشہ سے روایات ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو گھر میں مسجد بنانے، ان کو صاف ستھرا رکھنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا۔''

(فضل الباری اردو از عثمانی: ۴۰۳/۱)

تجزیہ : دیوبندی صاحب حدیثِ نبوی **أمر ببناء المساجد فی الدور** کا مطلب غلط سمجھ بیٹھے ہیں۔ یہاں گھروں میں مسجدیں بنانے کا حکم نہیں دیا گیا، کیونکہ عظیم تابعی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ جو اس حدیث کے راوی ہیں، فرماتے ہیں:

قوله ببناء المساجد فی الدور ، یعنی القبائل .

''آپ کا مسجدیں بنانے کا جو حکم ہے اس میں الدُّور سے مراد قبائل ہیں۔

(جامع الترمذی، تحت الحدیث: ۵۹۶)

اوراحناف بھی اس بات کے اقراری ہیں کہ راوی اپنی روایت کو دوسروں سے بہتر جانتا ہوتا ہے۔(دیکھیں أحسن الکلام از محمد سرفراز خان صفدر : ۲٦٨/۱)

اب محلوں میں بنائے جانیوالی مساجد کو خوشبو لگانے اور صاف ستھرا رکھنے سے کون انکار کرتا ہے؟ یہاں اس عبارت کا کیا مطلب؟ کیا دیوبندی صاحب باڑوں میں بکریوں کی بُو کی وجہ سے نماز کی ممانعت یا نسخ ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو کیا نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا علم نہ تھا؟ اور بقول مقلدین کے ''ہوسکتا ہے'' رسول اللہ ﷺ نے چٹائی بچھا لی ہو۔ ہمارا سوال ہے کہ کیا چٹائی بچھانے سے بکریوں کے باڑے کی بُو ختم ہو جاتی ہے؟ ان سب باتوں سے سوائے رسولِ اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے !

حافظ نووی نے بکریوں کے باڑوں میں نماز درست ہونے پر محدثین کا اتفاق نقل کر رکھا ہے ۔کیا سب محدثین کرام ان باتوں سے غافل تھے جو اب دیوبندی بھائیوں کو سوجھ رہی ہیں؟ دراصل عثمانی صاحب نے یہ اعتراض حافظ ابن حزم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے،لیکن وہ بات کو واضح نہیں کر سکے۔ ہم حافظ ابن حزم سے یہ اعتراض نقل کر کے اس کا جواب عرض کرتے ہیں۔ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

عن عائشة قالت : أمر رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ببناء المساجد فى الدور ، وأن تطيّب وتنظّف .... فقد صحّ أمره عليه السلام بتنظيف المساجد و تطييبها ، وهذا يوجب الكنس لها من كلّ بول و بعر و غيره ... فيأمر بالبساط الذى تحته فيكنس وينضح ... فهذا أمر منه عليه الصلاة والسلام بكنس ما يصلّى عليه ورشّه بالماء ، فدخل فى ذالک مرابض الغنم وغيرها .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے محلوں میں مسجدیں بنانے اور ان کو صاف ستھرا اور خوشبو دار رکھنے کا حکم دیا ۔۔۔ لہٰذا آپ کی طرف سے نماز کی جگہوں کو

صاف رکھنے کا حکم ثابت ہو گیا۔ اسی حکم کی بنا پر نماز کی جگہوں سے ہر بول و براز وغیرہ کو جھاڑو سے دور کرنا ضروری قرار پاتا ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ آپ اپنے نیچے والی چٹائی پر جھاڑو دینے اور پانی کے چھینٹے لگانے کا حکم فرماتے۔ یہ آپ کی طرف سے نماز گاہ کو جھاڑو دینے اور چھینٹے لگانے کا حکم ہے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ نے چٹائی کے ایک حصے پر جھاڑو دینے اور چھینٹے مارنے کا حکم دیا لہٰذا ایسا کیا گیا ، پھر ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ یہ بھی آپ کی طرف سے نماز گاہ کو جھاڑو دینے اور چھینٹے لگانے کا حکم ہے۔اسی حکم میں بکریوں کے باڑے اور دوسری جگہیں شامل ہیں۔" (المحلّٰی لابن حزم: ١٧٢/١، ١٧٣)

تجزیہ : ① ان تمام احادیث میں پاک و صاف جگہ کو مزید صفائی کے لئے جھاڑو دیا گیا اور گرد وغبار کے پیش نظر پانی کے چھینٹے مارے گئے ،لیکن اس پر ایسی جگہ کو کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے جسے حلال جانوروں کے پیشاب کو نجس کہنے والے نجاست زدہ قرار دیتے ہیں؟

② بکریوں کے باڑوں میں نماز کی رخصت کے ساتھ وہاں جھاڑو دینے اور پانی کے چھینٹے مارنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

③ اگر بکریوں کے باڑوں میں بھی جھاڑو دینا اور پانی کے چھینٹے مارنا اسی حکم میں شامل کر لیا جائے تو کیا نجس بول و براز والی زمین صرف جھاڑو دینے اور پانی کے چھینٹوں سے پاک ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں کیونکہ صحیح بخاری (٦١٢٨) وغیرہ کی مشہور حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں اعرابی کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہانے کا حکم دیا تھا، چھینٹے مارنے کا نہیں۔ چھینٹے مارنے سے تو نجاست مزید پھیل جائے گی۔

رہا یہ مغالطہ کہ ہمارے ہاں حدیث کے مطابق بچے کے نجس پیشاب پر بھی تو چھینٹے کفایت کر جاتے ہیں۔۔۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں تو نص کی وجہ سے چھینٹے کافی

ہوتے ہیں اور وہ حکم صرف بچوں کے پیشاب کے ساتھ خاص ہے۔ جو لوگ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارنا کافی نہیں سمجھتے ، ان کے نزدیک وہ نجاسات محض چھینٹوں سے کیسے پاک ہو جائیں گی جن سے پاک ہونے کے لیے حدیث میں چھینٹوں کی رخصت نہیں دی گئی؟

یہ تو الٹا احناف پر ہی اعتراض بنے گا کہ وہاں حدیث کی موجودگی میں بھی چھینٹوں کو کافی نہیں سمجھتے اور یہاں عام نجاسات کو بھی چھینٹوں سے پاک کر رہے ہیں۔ کیا آدمی کے پیشاب پر صرف چھینٹے مارنے سے جگہ پاک ہو جائے گی؟ اگر نہیں تو یہاں حلال جانوروں کے پیشاب کو نجس سمجھتے ہوئے بھی یہ لوگ ان پر چھینٹے کافی کیوں سمجھتے ہیں؟

ثابت ہوا کہ یہ تاویل بھی باطل و فاسد ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

تاویل نمبر ④ : حافظ ابن حزم لکھتے ہیں :

أمّا قولكم : إنّها لا تخلوا من أبوالها ولا من أبعارها ، فقد يبول الراعی أيضا بينها ، وليس ذلک دليلا علی طهارة بول الإنسان .

''تم جو یہ کہتے ہو کہ بکریوں کے باڑے ان کے پیشاب اور مینگنیوں سے خالی نہیں ہوتے، لہٰذا وہاں نماز کی اجازت سے ان کی طہارت ثابت ہوتی ہے۔۔۔تو کبھی چرواہا بھی تو باڑوں میں پیشاب کر دیتا ہے اور یہ انسان کے بول کے پاک ہونے کی دلیل نہیں ہے۔'' (المحلّٰی لابن حزم : ۱۷۲/۱)

جواب : یہ بات قطعاً کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جس باڑے میں نماز پڑھی تھی وہاں انسان کا پیشاب موجود تھا یا جس صحابی نے نبی اکرم ﷺ سے وہاں نماز کے بارے میں سوال کیا تھا، وہ رخصت ملنے کے بعد وہاں پیشاب کرتا ہو۔ کیونکہ جن صحابہ کو باڑوں میں نماز کی رخصت معلوم تھی۔ ان کو انسانی پیشاب کی نجاست بھی معلوم

تھی۔ لہٰذا ان کی طرف ایسی نسبت کرنا یا اسے فرض کر لینا محض تاویل فاسد ہے۔اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔قارئین کرام خود انصاف فرمائیں کہ ایسے احتمالات صحیح وصریح احادیث کے مقابلے میں بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

تاویل نمبر ⑤ : حافظ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

فلو كان أمره عليه السلام بالصلاة في مرابض الغنم دليلا على طهارة أبوالها وأبعارها كان نهيه عليه السلام عن الصلاة في أعطان الإبل دليلا على نجاسته أبوالها وأبعارها ....

''اگر آپ علیہ السلام کا بکریوں کے باڑوں میں نماز کا حکم دینا ان کے بول اور مینگنیوں کے پاک ہونے کی دلیل ہے تو پھر آپ کا اونٹوں کے باڑوں میں نماز سے منع کرنا ان کے پیشاب اور مینگنیوں کی نجاست کی دلیل ہوگا۔'' (المحلّٰی لابن حزم: ۱/۱۷٤)

تجزیہ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکریوں کے باڑوں میں نماز کا حکم ان کے بول و بعر (لید) کی طہارت پر دلیل ہے، یہ بات تو ہم امام بخاری رحمہ اللہ سمیت کئی محدثین کرام کی صراحت وتوضیح کے ذریعے ثابت کرآئے ہیں، جبکہ اونٹوں کے باڑوں میں نماز سے ممانعت ان کے بول و بعر کی نجاست کی وجہ سے ہے، یہ بات امتِ مسلمہ کے کسی محدث وفقیہ نے نہیں کہی بلکہ اس کی وجہ اور بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ ان میں شیطانی خصلت ہوتی ہے۔ بسااوقات یہ وحشی ہو جاتے ہیں اور انسان کو نقصان پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے یہ بات ثابت ہے۔

ایک دفعہ ایک اونٹ بھاگ گیا۔لوگ اس کے پیچھے دوڑے،لیکن وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ایک شخص نے اس کو تیر مارا اور وہ زخمی ہو کر رک گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنّ لهذه البهائم أوابد كأوابد الوحش ، فما غلبكم منها فاصنعوا به هكذا))

''ان مویشیوں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح کی عادات ہوتی ہیں۔ جو مویشی اس طرح کرے،تم اس کے ساتھ یہی سلوک کرو۔''

امام نسائی رحمہ اللہ نے اونٹوں کے باڑے میں نماز کی ممانعت کو نہی تنزیہی شمار کیا ہے۔ اسی لئے دوسری حدیث لا کر اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی رخصت بھی ثابت کی ہے۔یعنی اگر آدمی کے پاس اس حوالے سے پورا بندوبست ہو تو وہ اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کر سکتا ہے۔ اگر ممانعت کا سبب نجاست ہوتی تو کبھی بھی رخصت نہ ہوتی۔

علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (م ۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں :

قالوا : ليس علّة المنع نجاسة المكان ، إذ لا فرق حينئذ بين أعطان الإبل وبين مرابض الغنم ، مع أنّ الفرق بينهما قد جاء فی الأحاديث ، وإنّما العلّة شدّة نفار الإبل ، فقد يودّی ذلک إلی بطلان للصلاة أو قطع الخشوع وغير ذالک .

''علمائے کرام کا کہنا ہے کہ اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی ممانعت کا سبب جگہ کی نجاست نہیں کیونکہ پھر تو بکریوں اور اونٹوں کے باڑوں میں کچھ فرق نہ رہا، حالانکہ دونوں کا فرق احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے اونٹوں میں سخت بِدکاہٹ پائی جاتی ہے جس سے بسا اوقات نماز ٹوٹ جاتی ہے یا خشوع ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری علتیں بھی ہیں۔'' (حاشية السندی علی النسائی : ٥٦/٢)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱۔۶۷۶ھ) اس حوالے سے لکھتے ہیں :

والنهی عن مبارک الإبل ، وهی أعطانها ، نهی تنزيه ، وسبب الکراهة ما يخاف من نفارها و تهويشها علی المصلّی .

''اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی ممانعت نہی تنزیہی ہے اور کراہت کا سبب ان کی بدکاہٹ اور نمازی کو پریشان کرنا ہے۔'' (شرح مسلم للنووی : ١٥٨/١)

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد ابن الخطاب بستی ، المعروف بہ خطابی رحمہ اللہ (۳۱۹۔۳۸۸ھ) اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی ممانعت کا سبب لکھتے ہوئے کہتے ہیں :

وذلک لأنّ الإبل قد یسرع إلیها النفار ، فالمصلّی فی أعطانها وبالقرب منها علی وجل أن تفسد صلاته ، وهذا المعنی مأمون علی الغنم ، فلذالک لم تکره الصلاۃ فی مرابضها .

''اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی ممانعت اس لئے ہے کہ اونٹوں میں بدکاہٹ جلد آ جاتی ہے ، چنانچہ ان کے باڑوں میں اور ان کے قریب نماز پڑھنے والا ڈرتا رہتا ہے کہ وہ اس کی نماز خراب نہ کر دیں۔ یہ وجہ بکریوں میں نہیں پائی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے باڑوں میں نماز مکروہ نہیں ہے۔'' (غریب الحدیث للخطابی : ۲/۲۸۵۔ ۲۸۶)

حافظ بغوی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب شرح معاني السنّة میں یہی بات لکھی ہے۔

(دیکھیں شرح السنة للبغوی : ۲/۴۰۲۔ ۴۰۵)

ثابت ہوا کہ اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی ممانعت سے مخالفین کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

نوٹ : جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی صاحب نے حلال جانوروں کے پیشاب کو پاک سمجھنے والوں کے دلائل میں یہ حدیث ذکر نہیں کی۔ اس حوالے سے ہماری دیگر دلائل بھی انہوں نے بیان نہیں کیے، بلکہ دارقطنی کی دوضعیف روایات جو کہ ہم پیش ہی نہیں کرتے ، ذکر کر کے ان کے ردّ پر پورا زور صرف کر دیا ہے۔ جبکہ جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے یہ احادیث پیش تو کی ہیں لیکن اس حدیث پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

ایسا شاید اس لیے ہے کہ دیوبندی حضرات اس حدیث کے بارے میں اپنے اکابر کی تلاویلات پر مطمئن نہیں ، ورنہ وہ انہیں نقل ضرور کر دیتے۔

باقی دلائل پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں اور ان کی جو تاویلات باطلہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان کا تجزیہ اگلی قسط میں ہوگا۔ إن شاء اللّٰہ !

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حق کو سمجھنے اور اسی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ! جاری ہے............